ڈاکٹر ساجد خان
استاد شعبۂ اردو،
جامعہ کراچی.

خواجہ حسن نظامی ''فنِ خاکہ نگاری''

ABSTRACT

Khwaja Hasan Nizami's Character Sketch Writing

By: Dr. Sajid Khan, Assistant Professor, Dept Of Urdu,

University of Karachi.

Character sketch writing is that genre of Urdu literature which highlights few aspects of life of a personality.A character sketch writer puts these traits together and tries to sketch someone's personality with such suitable words that the person appears with face, height,complete stature and personality traits in the eyes of the reader.

Urdu literature is enriched with many good character sketches of significant personalities.Khwaja Hasan Nizami is one of those character sketch writers. Khwaja sb Has written numerous character sketches and pen portraits.He can be regarded as the pioneer of pen portrait in Urdu literature.Khwaja sb has penned sketches of his contemporaries as well as personalities from the past. Although, most of his sketches don't fulfil the standards of character sketch writing yet his efforts in the genre of Urdu literature can not be undermined.

اردو ادب میں اصناف کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ گو کہ یہ اصناف نظم و نثر کے مختلف خانوں میں بانٹ دی گئی ہیں۔ مگر بعض اصناف الگ الگ خانوں میں ہونے کے باوجود ایک دوسرے سے ٹکراتی نظر آتی ہیں۔ جیسے اصنافِ نثر میں داستان اور اصنافِ نظم میں مثنوی، اور اسی طرح نثر میں بھی بعض اصناف یا تو پچھلی صنف سے جنم لیتی نظر آتی ہیں یا بعض خصوصیات کے باعث ایک دوسرے کا عکس محسوس ہوتی ہیں۔ بالترتیب داستان، ڈرامہ، ناول اور افسانہ مندرجہ بالا دلیل کے طور پر پیش کیے جا سکتے ہیں۔ اصنافِ نظم میں جس طرح غزل اور قصیدہ ایک ہی صنف کی شکل معلوم ہوتی ہیں یا بعض اوقات غزل اختصار اور قصیدہ طویل صنف کے طور پر شمار ہوتے ہیں۔ اسی طرح اصنافِ نثر میں سوانح عمری اور خاکہ طوالت و اختصار یا کل و جز کی شکل کے طور پر شمار کیے جا سکتے ہیں یا یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ کسی شخصیت پہ لکھا گیا خاکہ، سوانح نگار کے لیے صاحبِ سوانح کے ذیل میں ماٰخذ کے طور پر بھی معاون ثابت

ہوسکتا ہے لیکن یہ کہنا کہ خاکہ سوانح کی ایک قسم ہوسکتی ہے ادبی طالب علموں کے لیے الجھن کا باعث بن سکتا ہے۔ ا؎

اردو ادب کے تمام محققین کا اتفاق اس بات پر ہے کہ خاکہ، سوانح کے مقابلے میں ایک ایسی صنف ہے جو صاحب خاکہ کی زندگی کے چند پہلوؤں یا کسی ایک پہلو کا احاطہ کرتا ہے اور خاکہ نگار اسی مخصوص پہلو کے متعلق مختلف واقعات اور خصوصیات کو یکجا کر کے صاحبِ خاکہ کے کردار کو جیتا جاگتا پیش کرنے کے ساتھ ساتھ اس کا چہرہ، قد کاٹھ، جسمانی خط و خال اور عادات وغیرہ کو اس واضح انداز سے لفظوں میں بیان کرتا ہے کہ خاکے کی انگریزی تعریف کے بقدر،Sketch, Pen Portrait)) یا لفظی تصویر قلمی تصویر قارئین کے سامنے گھومتی اور چلتی پھرتی نظر آئے۔ ۲؎

خاکہ نگاری، تحقیق اور تخیل دونوں سے یکساں تعلق رکھتی ہے۔ لکھنے والا جب کسی شخص کو موضوع بناتا ہے تو واقعات، سوانح اور خارجی مشاہدات کے ساتھ ساتھ اپنے تاثرات اور قیاس سے بھی مدد لیتا ہے۔ اسی لیے خاکہ ایک جیتی جاگتی حقیقی شخصیت کی تصویر ہوتے ہوئے بھی افسانے جیسی دلکشی رکھتا ہے اور ڈرامے اور داستان کی طرح اپنے اندر منظر کشی بھی لیے ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک کامیاب خاکہ وہ ہے جو اس صنف کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہو، ہماری فکر اور ہمارے احساسات دونوں سے رشتہ قائم کرے۔ اس صنف کے مطالبات فکری بھی ہوتے ہیں اور تخلیقی بھی۔ ۳؎

بعد ازاں خاکہ کی مقبولیت کو دیکھتے ہوئے خاکہ نگاری میں وہ تحریریں بھی شامل ہوتی تھیں جو عام طور پر کسی شخص کی پذیرائی پر پڑھے گئے اور مشاہیر کی وفات پر لکھے گئے مضامین پر مشتمل ہوں۔ جنھیں ممدوح سے اپنی وابستگی اور مشاہدے کے حوالے سے بعض واقعات کا تڑکہ بھی لگا دیا جاتا تھا جس سے ممدوح و مذکور کی شخصیت کے خط و خال بھی واضح ہوجاتے تھے۔ ۴؎

خاکے کے ضمن میں اردو ادب نے کئی ایسے مصنفین پیدا کیے جو خاکہ نگار کی تعریف پر اترتے تو ہوں گے لیکن اردو ادب میں باقاعدہ خاکہ نگار برائے نام نظر آتے ہیں۔ گو کہ جن مصنفین نے ثانوی حیثیت میں رہتے ہوئے بھی خاکہ نگاری پر قلم اٹھایا ان کے قلم سے ایسے شاہکار خاکے اردو ادب کے کینوس پر بکھرے نظر آتے ہیں جو ادب کے قارئین کے لیے صرف دلچسپی ہی نہیں بلکہ معلومات کا بھی وسیع تر ذخیرہ اپنے دامن میں لیے بیٹھے ہیں۔ ایسے ہی خاکہ نگاروں میں فرحت اللہ بیگ، مولوی عبدالحق اور ایک طویل فہرست جو اکیسویں صدی کے خاکہ نگاروں تک لے کر آتی ہے ان میں ایک نام خواجہ حسن نظامی بھی ہے۔ ۵؎

خواجہ حسن نظامی اپنی ذات گرامی کے اعتبار سے ایک تاریخ تھے۔ ایک انجمن، ایک انسٹی ٹیوشن اور کتاب تھے۔ ؟٦

خواجہ حسن نظامی کی زبان اور موضوعات عوام اور خواص دونوں کے لیے ہیں وہ اس راز سے واقف تھے کہ اپنا مخاطب عوام کو بناؤ تمہاری آواز خواص کی سمجھ میں خودبخود آجائے گی۔ خواجہ صاحب کی نثر گفتگو، روزمرہ اور عام بول چال سے بہت قریب ہے۔ پھر میر اور غالب کی طرح ان کا مخصوص اسلوب بھی ہے۔ اس لیے خواجہ صاحب کی نثر دہلوی نثر میں چوتھا سنگِ میل ہے۔ ۷؎

خواجہ حسن ثانی نظامی نے خواجہ صاحب کو قلمی چہرے کا بانی لکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''حضرت خواجہ صاحب نے بے شمار خاکے اور قلمی چہرے لکھے، بلکہ اردو میں قلمی چہرے لکھنے کا تو ان کو بانی کہنا چاہیے۔'' ۸؎

ان کے قلمی چہرے عام طور پر ایک صفحے کی طوالت کو پہنچتے پہنچتے ختم ہو جاتے ہیں۔ اس سے زیادہ طویل چہروں کو انگلیوں پر گنا جا سکتا ہے۔ خواجہ حسن نظامی نے مختصر خاکہ نگاری کو خواجہ صاحب کا بڑا کمال کہا ہے۔ خواجہ حسن ثانی نے ایک اور دعویٰ کیا ہے کہ چہرہ نویسی میں ان کا کوئی حریف نہیں۔ ۹؎

جن شخصیات کے انھوں نے چہرے لکھے ہیں ان کے بارے میں خواجہ صاحب کا مطالعہ اور ان کی معلومات بہت محدود ہیں اور ایسے بھی کئی ہوں گے جن کا شاید خواجہ صاحب نے کسی سے تذکرہ ہی سنا ہو یا تصویر دیکھی ہو۔ ایسے خاکوں میں ظاہری خط و خال معلوم ہو جاتے ہیں تاہم باطن کا پتا نہیں چلتا۔ ایسے خاکوں تک عدم رسائی سے معذوری پر اس لیے پردہ پڑ جاتا ہے کہ صاحبِ خاکہ سے قارئین ناواقف ہوتے ہیں۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ مطالعہ میں چونکہ تحسین و تعریف ہی کے پہلو آتے ہیں اور خاکہ خط و خال کے بیان سے شروع ہو کر ناز و ادا کے تذکرے پر ختم ہو جاتا ہے۔ اس لیے اس کی بدصورتی اور ناشائستگی کی طرف خیال نہیں جاتا۔ ۱۰؎

خواجہ حسن نظامی کے خاکوں کے ان ہی باریک پہلوؤں کی طرف توجہ کرنا ضروری ہے چنانچہ ان کے خاکوں کا مختلف زاویوں سے جائزہ لیتے ہوئے ہم دیکھتے ہیں کہ ان کے خاکوں میں شامل مولانا ابوالکلام آزاد ۱۱؎ کے بیان میں جو خاکہ لکھا گیا ہے اس میں خواجہ حسن نظامی کے قلم نے بار بار حلیے کی اور اوصاف وصفات کی تکرار کی ہے۔ محض تین صفحوں کے خاکے میں تین سے زائد بار مذکورہ صاحبِ خاکہ کا حلیہ بیان کرتے نظر آتے ہیں۔ اس خاکے میں گو کہ خواجہ صاحب اپنے تجربے اور مشاہدے سے مولانا آزاد کی شخصیت پر مختلف انداز سے وضاحت کرتے ہیں مگر مختصر انداز میں کرتے نظر آتے ہیں جو خاکے کی ذیل میں نامکمل ہے۔ لیکن صنفِ خاکہ کی تعریف کے مطابق

صاحبِ خاکہ کے جو اوصاف بیان کیے جائیں وہ دراصل الفاظ سے زیادہ واقعات اور مختلف عوامل سے چھلکتے نظر آتے ہوں، نہ کہ لاشعور میں کہیں تجربے اور مشاہدے کے ذریعے ان واقعات اور عوامل کو جو کسی وصف کو ظاہر کرتے ہوں، لاشعور میں رکھتے ہوئے اس کا نچوڑ نتیجے کی شکل میں پیش کیا جاے۔ محض ایک یا دو جگہ دو مختصر واقعات کو دو جملوں میں بیان کر کے ان کی مستقل مزاجی اور سیاسی بصیرت اور علمیت کو بیان کرنے کی کوشش کی گئی۔ زیرِ نظر شخصیت پر لکھے گئے خاکے میں خواجہ صاحب کا وہی انداز موجود ہے جو ان کے دیگر خاکوں میں نظر آتا ہے۔ جس میں وہ بیشتر جگہ اختصار سے کام لیتے ہیں اور مختصر احوال پر مشتمل خاکہ کبھی خاکہ نہیں ہوسکتا بلکہ اسے خاکے کے نقوش کے طور پر دیکھا جاسکتا ہے۔

اسی طرح چند سطروں میں اردو ادب کے ان چھ(۶) بڑے شعراء کو بیان کرتے نظر آتے ہیں جن میں اکثر اردو دنیا شعبہ جات قائم کر کے تحقیق کے میدان میں سرگرمِ عمل ہے۔ اور خواجہ صاحب نے ان شعراء کو اس مختصر انداز سے پیش کیا ہے کہ غالب، اقبال، حالی۲۱ اور دیگر کے اوصاف، صفات اور خصوصیات تو کُجا ان کے نام بھی پورے طریقے سے بیان نہیں کیے۔ لیکن یہاں اس بات کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ مرتب نے جو خواجہ حسین نظامی کے خاکوں کو ترتیب اور مجتمع کرنے کی سعی کی ہے، مذکورہ سہو کہیں ان سے سرزد نہ ہوا ہو۔ ایک ایسی تحریر کو جو کہیں اور کسی اور مقصد کے لیے لکھی گئی ہو اسے خاکے کے ذیل میں شمار کر کے خواجہ حسن نظامی کے قد کو گھٹانے کی غیر ارادی طور پر غلطی سرزد ہوگئی ہو۔ لیکن اس کے علاوہ بھی اگر خواجہ حسن نظامی کی خاکہ نگاری کی مذکورہ کتاب کو سرسری یا مکمل پڑھا جائے دونوں صورتوں میں خاکوں کی کثرت اس قدر نظر آتی ہے کہ اس کتاب کی فہرست، اس کتاب میں موجود سب سے بڑے خاکے سے زیادہ طویل ہے۔

خواجہ صاحب، خاکہ نگاری کے اوصاف کے اعتبار سے مکمل دسترس بھی نہیں رکھتے بلکہ اگر بعض منتخب ہندوستانی و دیگر شخصیات کے خاکے اس طور لکھتے کہ ان کے متعلق مختلف ایسے واقعات جو خواجہ صاحب کے ذاتی تجربے اور مشاہدے سے ان کے علم میں آئے ان کو جذب کرنے کے بجائے باقاعدہ چند مخصوص پہلوؤں کو سامنے رکھتے ہوئے ترتیب دیتے تو اردو خاکہ نگاری کے سرمائے میں بیشتر اضافہ ثابت ہوتے، خواجہ صاحب نے علامہ اقبال کے حلیے کو محض سن کر پیش کیا ہے جبکہ خاکہ نگار کا صاحبِ خاکہ کو خود دیکھنا ضروری ہوتا ہے تاکہ احوال ہو بہو منتقل کر سکے۔ اس کے ساتھ ساتھ خواجہ صاحب اپنے تجربے اور مشاہدے سے جس نتیجے پر بھی پہنچے انھوں نے اس نتیجے کو ان شخصیات کے اوصاف اور صفات کی صورت میں پیش کرنے ہی کو مکمل جانا جبکہ خاکے کی خوبصورتی محض یہاں تک بیان کر دینے سے مکمل نہیں ہوتی۔ جب تک کہ قارئین بھی متعلقہ شخص کے کردار کو مختلف واقعات، عادات اور خصائل

کی کسوٹی پر خود نہ پرکھیں، نتیجہ اخذ کرنے سے محروم رہتے ہیں۔ ایسا ہی ایک خاکہ ڈاکٹر محمد اقبال المعروف علامہ اقبال کا ہے جو زیر مطالعہ کتاب میں قارئین کے لیے ایک اچھا خاکہ ہوسکتا تھا مگر علامہ اقبال کے حلیے چہرہ مہرے، اور خدوخال بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے متعلق کل معلومات کے نچوڑ کو محض، اوصاف اور صفات کی شکل میں بیان کرتے نظر آتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

"انگریزی زبان پر پورا قابو رکھتے ہیں لیکن انگریزیت کے قابو میں نہیں آتے۔" ۱۳

نتائج جن واقعات سے بھی اخذ کیے ہوں، دماغ فلسفی، دل صوفی یا اس طرح کی اور خصوصیات جس طرح خوبصورت الفاظ کے چناو سے بیان کی ہیں اگر اس کے ذیل میں بعض واقعات بھی شامل کر لیتے تو یہ بہت بہترین خاکہ ثابت ہوتا۔ جس طرح مولوی عبدالحق نے ڈاکٹر محمد اقبال ۱۴ پر لکھے گئے خاکے میں ان کی صفات اور علم دوستی بیان کرنے کے ساتھ ساتھ انھیں تاریخ سے دلچسپی رکھنے والا بھی دکھایا ہے اور اپنے خاکے میں عبدالحق اور اقبال کے درمیان مکالمے کے ساتھ وہ واقعات بھی پیش کیے ہیں جن میں اقبال عملی طور پر بات کرتے اور چلتے پھرتے دکھائی دیتے ہیں۔ یہ صورت خواجہ صاحب کے یہاں نظر نہیں آتی۔

زیر مطالعہ کتاب میں خواجہ صاحب نے اپنے عہد کی شخصیات کے علاوہ اپنے عہد سے پہلے کی شخصیات کو بھی خاکے کا موضوع بنایا ہے جو عمومی طور پر خاکے کی شعریات (معیارات) پر پورا نہیں اترتے۔ اس ضمن میں اوتار کے عنوان سے بھی موضوع بنانے والی شخصیات میں ہندوؤں کے عقائد میں معتبر حوالہ کرشن کنھیا کو بھی خاکے کا موضوع بنایا ہے۔ ۱۵ جس میں واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے کہ وہاں بھی خواجہ صاحب نے مختلف کتابوں کا سہارا لیتے ہوئے اور محض الفاظ کے عمدہ انتخاب، تراکیب قافیہ پیمائی سے کرشن جی کو محض اوصاف وصفات کے بیان میں ہندو مذہب کے عقیدت مندانہ انداز سے دیکھا ہے۔ جسے کرشن جی کے متعلق ہندوؤں کے عقائد کے ذیل میں تو پیش کیا جاسکتا ہے نہ کہ خاکے کے طور پر اور یہاں ہمیں یہ بھی ملحوظ رکھنا چاہیے کہ خواجہ صاحب کی اس طرح کی تحریریں و تراشے جن رسائل و جرائد، اخبارات و کتب سے لیے گئے ہیں ان میں ان تراشوں اور تحریروں کو کس حیثیت سے جگہ دی گئی تھی اور خود خواجہ صاحب نے ان تراشوں کو کن عنوانات کے تحت لکھا ان کے زیر نظر کیا باتیں یا کیا اغراض ملحوظ تھیں۔ یقیناً اتنا بڑا محقق ومصنف کہ جس نے اردو ادب کو ایک سے زیادہ اصناف میں سرمایہ دیا ہو اور اردو محققین کے قلم سے زود نویس مصنف لکھا گیا ہو یا جن کی زود نویسی کے تذکرے جابجا ملتے ہوں وہ یقیناً خاکہ اور اس کی شعریات سے باخبر بھی ہوگا۔

اسی طرح اوتار کے عنوان سے بنائے گئے خانے میں گرونانک کو بھی مرتب نے خاکے کے موضوع کے طور

پر پیش کیا ہے۔۱۶۔ یہاں پیش کیے جانے کے حوالے سے مرتب پر اعتراض کرنے کا مقصد نہیں ہے بلکہ مذکورہ تحریر کو پڑھ کر کوئی بھی اس نتیجے پر بآسانی پہنچ سکتا ہے کہ یقیناً خواجہ حسن نظامی جیسی شخصیت نے گرونانک کے عنوان سے لکھی گئی تحریر کو خاکے کی حیثیت سے نہیں لکھا ہوگا۔ بلکہ کسی ایسے موقع پر کہ جب سکھ مذہب یا گرونانک کے مخصوص دن کے حوالے سے کوئی تقریب ہوئی ہو یا کوئی جریدہ گرونانک کو خصوصی حوالہ دے کر نکالا ہو جس میں یہ تحریر ان کی حیثیت کو واضح کرنے اور ہندو مسلم دونوں ہی میں یکساں حیثیت میں مانے جانے کے اعتبار سے پیش کیے جانے کے لیے لکھی گئی ہو، شائع ہوئی ہو۔ اور اگر خود خواجہ صاحب نے ہی اسے خاکے کا عنوان دیا ہو تو یہ اور اس طرح کی دیگر تراشیں یا متفرقات جن میں محض چند سطروں میں مختصر تعارف کو خاکہ سمجھ لیا گیا ہو یقیناً خواجہ صاحب کا عیب سمجھا جائے گا۔

خاکوں کے مجموعے میں بعض شخصیات کے خاکے باوجود اس کے باقاعدہ خاکے کی ہیئت کے مطابق نہیں ہیں کچھ خاکے بہت معیاری اور عمدہ بھی لکھے ہیں۔ اس بات کو نظر انداز کیا جانا خواجہ صاحب کے ساتھ زیادتی ہوگی۔ بعض خاکے عمدہ ہیں جن میں حسرت موہانی۱۷۔ کا خاکہ ان کے سرفہرست خاکوں میں شمار کیا جاسکتا ہے کہ جس میں خواجہ صاحب نے روایتی انداز میں خاکے کا آغاز ان کے چہرے، قد و جسامت کے بیان سے کیا ہے اور بسا اوقات عملی طور پر ان کو چلتا پھرتا بھی دکھایا ہے خاص طور پر دورِ طالب علمی، سیاسی سرگرمیوں کے تذکرے میں ایسے الفاظ کا استعمال کیا ہے جس سے حسرت کی تصویر و شخصیت متحرک نظر آتی ہے۔ اور جہاں حسرت کو ان کی بیگم کی نسبت اور پردے کے حوالے سے بیان کیا ہے وہاں حسرت کی بیباکی، جرأت مندی اور حقیقت پسندانہ سوچ کے ماتحت دکھایا ہے وہاں باقاعدہ بیان کرتے نظر آتے ہیں کہ ساری زندگی پردے پر کاربند رہنے اور اس کی حمایت میں عملی کردار ادا کرنے والے حسرت کو زندگی کے آخری حصہ میں جب پردے کی مخالفت پر آمادہ دکھایا ہے وہاں بھی عملی طور پر پہلے بیگم کا پردہ اٹھاتے ہوئے نظر آتے ہیں اور قارئین کو یہ بھی بتاتے ہوئے کہتے ہیں کہ حسرت نے زندگی میں جب بھی جو کام کیا پہلے خود عمل کیا بعد میں لوگوں کو تلقین کرتے نظر آئے۔۱۸۔ جبکہ مولوی عبدالحق نے حسرت موہانی۱۹۔ کا جو قدرے مختلف خاکہ لکھا ہے وہ خاکے کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے۔

احمد بشیر کے قلم سے نکلے ہوئے خاکے میں حسرت کی صورت کے ساتھ تمام متعلقہ پہلو کے مطابق واقعات ملتے ہیں جس میں حسرت چلتے نظر آتے ہیں۔۲۰۔ خواجہ حسن نظامی آغا حشر کے خاکے کو تحریر کرتے ہوئے نہ صرف منجھے ہوئے خاکہ نگار نظر آتے ہیں بلکہ ناقد کی حیثیت بھی ساتھ ساتھ لیے چلتے ہیں۔۲۱۔ مگر اس خاکے میں بھی اختصار اور جلد بازی میں حد سے آگے نکل گئے ہیں۔ مناسب تو یہ ہوتا کہ ایک مشین نما ڈرامہ نگار جس نے ہندوستانی

ڈرامے کی ڈھب بدل کر رکھ دی اور ڈرامے کو ایسا رنگ دیا جس سے ڈراما ایک صدی گزرنے کے بعد بھی آغا حشر کے ڈراموں کے سحر سے نکل نہ سکا۔ یقیناً ایسے ڈرامہ نگار کے سامنے بے شمار مسائل بھی درپیش رہے ہوں گے جن میں پہلے سے موجود ڈراما نگاروں میں مقابلہ، ان کی حیثیت کے آگے اپنی نمایاں حیثیت حاصل کرتے ہوئے حسد، مخالفت، نفرت، سازش اور کئی دیگر حربوں کا جو سامنا رہا ہوا یسے واقعات کا بیان بھی آغا حشر کے خاکے کو بہت اہمیت کا حامل بنا سکتا تھا۔ ساتھ ساتھ مقبول ہوتے ہوئے آغا حشر اور مختلف پروڈیوسر اور ہدایت کاروں کا آغا حشر کے آگے پیچھے ایسے وقت گھومنا کہ جو پہلے آغا حشر کو نظر انداز کرتے تھے۔ پھر ان واقعات کے علاوہ آغا حشر کے وہ ڈرامے جو نشر ہوئے، ان پر عوام کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر اور ان کا ردِعمل اور ابتدا میں آغا حشر کو خود کو منوانے کے لیے بلامعاوضہ ڈراموں کا لکھنا اور ایک نئے ڈرامہ نگار کا طباعت کے لیے منتخب ہونا۔ ایسے واقعات کو بھی مشکلات، مشقت اور مقام کے تعین کے طور پر انتخاب کر کے ترتیب دیا جاتا تو یہ خاکہ بھی بہت عمدہ ثابت ہوسکتا تھا اس کی ایک شکل سعادت حسن منٹو کے لکھے گئے آغا حشر کاشمیری ۲۲؎ کے خاکے میں دیکھی جاسکتی ہے جس میں منٹو نے آغا حشر کے حلیے عادات اور ان کی زندگی کے واقعات جامع انداز میں بیان کیے ہیں۔

جس طرح عظیم بیگ چغتائی کا خاکہ پڑھتے وقت قارئین شاہد احمد دہلوی کا لکھا ہوا عظیم بیگ چغتائی ۲۳؎ کے متعلق خاکہ اور عصمت چغتائی کا دوزخی ۲۴؎ یاد کرتے ہیں۔ جس میں دونوں خاکہ نگاروں نے عظیم بیگ کی مخصوص خصوصیات اور پہلو کے زیر اثر واقعات کو مجتمع کر کے ان کی متحرک قلمی تصویر قارئین کے سامنے پیش کی ہے۔ مگر اس جگہ خواجہ صاحب نے عظیم بیگ چغتائی کو محض ظرافت کے بیان میں ضمناً تذکرے کے طور پر پیش کیا ہے اور خاکے کے متعلق مخصوص اجزا میں سے کسی ایک جز کو بھی پیش نہیں کیا۔ جس میں ان کی ظریفانہ شخصیت بھی پوری طرح واضح نہیں ہوتی اگر اس حوالے سے کچھ واقعات مجتمع کر لیتے تو عظیم بیگ چغتائی قارئین کی یادوں میں زندہ رہتے۔

اگر خواجہ صاحب کے نزدیک ان شخصیات کے خاکے لکھنا ہی مقصد تھا تو انھوں نے ان خاکوں کی بنیادی وصف کے تحت ان کے باقاعدہ عنوانات کیوں منتخب نہیں کیے اور عنوانات کے بجائے براہِ راست نام کو کیوں فوقیت اور ترجیح دی۔ جبکہ اس کے برعکس معروف خاکہ نگاروں کے یہاں خاکے پر موضوع بنانے والی شخصیات کے نام کے بجائے کسی خاص عنوان کے تحت خاکے لکھے جاتے تھے جن میں احمد بشیر، ممتاز مفتی، عصمت چغتائی، سعادت حسن منٹو، شاہد احمد دہلوی اور رشید احمد صدیقی وغیرہ کے نام سرفہرست ہیں۔

گو کہ مختصر احوال پیش کرنا ہی اگر خاکہ ہوتا تو آبِ حیات میں محمد حسین آزاد نے بیشتر شعراء کا تعارف اختصار سے پیش کیا ہے اس طرح آبِ حیات کا ایک حصہ بھی خاکوں کی کتاب کے ذیل میں شامل کیا جاسکتا ہے۔

خواجہ حسن نظامی کے خاکوں کو با قاعدہ خاکہ کہنا دیگر خاکہ نگاروں کے ساتھ زیادتی ہوگی۔ خواجہ صاحب کے خاکے، خاکے کے ابتدائی نقوش تو ہو سکتے ہیں مگر مکمل طور پر یہ خاکے نہیں کہلائیں گے کیونکہ ان میں خاکے کی ہیئت کے ساتھ ساتھ اس کے تمام اجزاء کا احاطہ نہیں کیا گیا۔

تاہم خواجہ حسن نظامی اردو کے ایک معروف مصنف ہیں جن کی کئی اصناف میں بیشتر کتابیں اور تحریریں مل جاتی ہیں جس سے اردو ادب کے سرمائے میں بہترین اضافہ ہوا ہے۔ خاکہ نگاری کے میدان میں ان کی کوششوں اور کاوشوں کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اگر وہ خود خاکے لکھنے کے بعد انھیں یکجا کر کے مرتب کرتے اور اگر ان کی ہی زندگی میں یہ کتاب شائع ہوتی تو شاید اردو کے مستند خاکے، ادب کے قارئین کو ملتے اور خواجہ حسن نظامی خود بھی اس بات کو ملحوظ رکھتے ہوئے خاکے لکھتے کہ وہ خاکوں ہی کے حوالے سے شمار کیے جاتے۔ خواجہ صاحب کی قلمی صلاحیتوں سے کسی کو اختلاف نہیں لیکن یہاں مرتب سے بھی سہو ہونے کے امکان کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے باوجود بھی مذکورہ مجموعے میں بھی خواجہ صاحب کے قلم سے لکھے گئے خاکے مل جاتے ہیں جو قدرے طویل اور قدرے بہتر ہیں۔

جن میں خاکہ نگاری سے متعلق بعض اجزاء قدرے تفصیل سے ملتے ہیں لیکن خواجہ صاحب نے جس میں حلیہ اور چہرے کو با قاعدہ اپنے ذہن میں رکھتے ہوئے رقم کیا ہے جو خاکہ نگاری کا اہم وصف ہے۔ خواجہ صاحب کے ہاتھ سے لکھے گئے خاکوں میں کم از کم اردو کی بیشتر شخصیات کے حلیے، چہرے، مہرے ہمیں قلمی تصویر کی صورت میں ملتے ہیں۔ اگر وہ ان کے ساتھ ساتھ واقعات و عادات اور کردار کے حوالے سے بھی کچھ موازنہ جمع کرتے تو یہ بہت بہترین خاکے ثابت ہوتے۔ اسکے باوجود بھی خواجہ صاحب کے بعض خاکے حلیے، چہرے کے اعتبار سے بہت مستند ہیں، جس کی وجہ سے اردو کی بیشتر شخصیات کے خاکے اور قلمی تصاویر اردو ادب میں محفوظ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ خواجہ صاحب کو اردو ادب کا بہترین انسٹی ٹیوٹ، بہترین ادارہ اور بہترین قلم کار کہا جا سکتا ہے۔ کیونکہ انھوں نے کئی میدانوں میں اردو کے متعلق بیشتر سرمایہ چھوڑا ہے۔

عہدِ حاضر میں ضرورت اس امر کی ہے کہ خاکے کو موضوع بنانے والے محققین صرف صنفِ خاکہ کے اجزا کا تعین نہ کریں بلکہ خاکے کی ہیئت بھی با قاعدہ متعین کریں تاکہ خاکے کو با قاعدہ صنف کی حیثیت ملنے کے ساتھ ساتھ دیگر اصناف کی طرح اس کی حتمی صورت قائم ہو سکے۔

حوالہ جات

۱۔ ہاشمی، رفیع الدین، ''اصنافِ ادب''،(لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز)، ۲۰۱۸،ص ۱۷۲۔۱۷۳۔

۲۔ سیفی، ڈاکٹر بشیر، ''خاکہ نگاری (فن وتنقید)'' (لاہور،: نذیر سنز پبلشرز، اردو بازار)، ۱۹۹۳، ص۹۔

۳۔ حنفی، پروفیسر شمیم،''آزادی کے بعد دہلی میں اردو خاکہ''،(دہلی: اردو اکادمی)۱۹۹۱،ص ۹۔

۴۔ بدر، محمد ظہیر،''احمد بشیر شخصیت اور فن''،(اسلام آباد: اکادمی ادبیات پاکستان)۲۰۱۶،ص ۸۹۔

۵۔ شاہ جہان پوری، ڈاکٹر ابو سلمان، ''خواجہ حسن نظامی خاکے اور خاکہ نگاری''،(اسلام آباد: یورپ اکادمی)، ۲۰۰۷،ص ۱۲۔۱۶۔

۶۔ دہلوی، ملا واحدی، ''سوانح عمری حضرت خواجہ حسن نظامی''،(لاہور: گلڈ انجمن کتاب گھر)،ص۱۱۔

۷۔ نظامی، خواجہ حسن ثانی،''خواجہ حسن نظامی حیات اور کارنامے'' (لاہور: مکتبہ خلیل راجپوت اردو بازار) ص۱۰۔

۸۔ ایضاً،ص ۸۱

۹۔ شاہ جہاں پوری، ڈاکٹر ابوسلمان، ''خواجہ حسن نظامی خاکےاور خاکہ نگاری''، محولہ بالا،ص ۵۷۔

۱۰۔ ایضاً، ص۵۷۔

۱۱۔ ایضاً، ص ۱۷۳۔۱۷۴۔

۱۲۔ ایضاً،ص ۱۲۱۔

۱۳۔ ایضاً،ص ۱۱۷۔

۱۴۔ عبدالحق، مولوی،''چند ہم عصر''، (کراچی: اردو اکیڈمی سندھ)، ۱۹۵۹،ص ۳۵۴۔۳۶۰۔

۱۵۔ شاہ جہاں پوری، ڈاکٹر ابوسلمان، محولہ بالا،ص ۱۰۷۔

۱۶۔ ایضاً،ص۔۱۸۰

۱۷۔ ایضاً،ص ۱۷۹۔

۱۸۔ ایضاً، ص۱۸۰۔

۱۹۔ عبدالحق، مولوی،''چند ہم عصر''، محولہ بالا،ص ۳۶۱۔۳۶۸۔

۲۰۔ جاوید، یونس،''جو ملے تھے راستے میں''،(لاہور: گورا پبلشرز)، ۱۹۹۳،ص ۶۳۔۸۰۔

۲۱۔ شاہ جہاں پوری، ڈاکٹر ابوسلمان،''خواجہ حسن نظامی کے خاکےاور خاکہ نگاری''، محولہ بالا،ص ۱۱۹۔

۲۲۔ منٹو، سعادت حسن، ''گنجے فرشتے''،(لاہور: ساقی بک ڈپو)، ۱۹۹۳،ص ۳۵۔۵۳۔

۲۳۔ دہلوی، شاہد احمد، ''گنجینۂ گوہر (خاکے)''، (کراچی: مکتبہ نیا دور)، ۱۹۶۲ء ص ۱۱۱۔۱۲۹۔

۲۴۔ مرزا، مبین، ''اردو کے بہترین شخصی خاکے''، (دہلی: کتابی دنیا)، ۲۰۰۴، ص ۳۳۰۔۳۳۸۔

ماخذ

۱۔ بدر، محمد ظہیر، ''احمد بشیر شخصیت اور فن''، (اسلام آباد: اکادمی ادبیات پاکستان) ۲۰۱۶

۲۔ جاوید، یونس، ''جو ملے تھے راستے میں''، (لاہور: گورا پبلشرز)، ۱۹۹۳

۳۔ حنفی، پروفیسر شمیم، ''آزادی کے بعد دہلی میں اردو خاکہ''، (دہلی: اردو اکادمی) ۱۹۹۱

۴۔ دہلوی، شاہد احمد، ''گنجینۂ گوہر (خاکے)''، (کراچی: مکتبہ نیا دور)، ۱۹۶۲

۵۔ دہلوی، ملا واحدی، ''سوانح عمری حضرت خواجہ حسن نظامی''، (لاہور: گلڈ انجمن کتاب گھر) س ن

۶۔ سیفی، ڈاکٹر بشیر، ''خاکہ نگاری (فن و تنقید)'' (لاہور،: نذیر سنز پبلشرز، اردو بازار)، ۱۹۹۳

۷۔ شاہ جہان پوری، ڈاکٹر ابو سلمان، ''خواجہ حسن نظامی خاکے اور خاکہ نگاری''، (اسلام آباد: یورپ اکادمی)، ۲۰۰۷

۸۔ عبدالحق، مولوی، ''چند ہم عصر''، (کراچی: اردو اکیڈمی سندھ)، ۱۹۵۹

۹۔ مرزا، مبین، ''اردو کے بہترین شخصی خاکے''، (دہلی: کتابی دنیا)، ۲۰۰۴

۱۰۔ منٹو، سعادت حسن، ''گنجے فرشتے''، (لاہور: ساقی بک ڈپو)، ۱۹۹۳

۱۱۔ نظامی، خواجہ حسن ثانی، ''خواجہ حسن نظامی حیات اور کارنامے'' (لاہور: مکتبہ خلیل راجپوت اردو بازار) س۔ن

۱۲۔ ہاشمی، رفیع الدین، ''اصنافِ ادب''، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز)، ۲۰۱۸